

Ik Baar Qadam Bhatkey Tu Teen Auratien Teen Kahaniyan

[آج اپنے اکلوتے بھائی کی کہانی لکھتے ہوئے ہاتھ کانپ رہے ہیں۔ دعا کرتی ہوں کہ جو ہمارے ساتھ پیش آیا ہے کبھی کسی کے ساتھ پیش نہ آئے۔] 'اُذر میرا اکلوتا بھائی تھا۔ اسے پڑھائی کا جنون کی حد تک شوق تھا، جبکہ والد صاحب کی چشموں کی دکان تھی اور وہاں ان کو ایک معاون کی ضرورت تھی۔ وہ چاہتے تھے کہ اُذر کو اپنے ساتھ کاروبار میں لگالیں۔ ان دنوں ہم کرائے کے مکان میں رہتے تھے۔' 'ابو بار بار ایک ہی بات کہتے تھے کہ بیٹے تو باپ کا بازو ہوتے ہیں۔ میں بس رزلٹ تک کا انتظار کر رہا ہوں۔ اُذر میٹرک کر لے تو پھر اسے دکان پر اپنے ساتھ بٹھالوں گا کہ ایک، اکیلا جبکہ دو، گیارہ ہوتے ہیں۔' 'بمشکل گزارہ ہو رہا تھا کیونکہ دکان اپنی نہ تھی، اس کا کرایہ بھی دینا پوتا تھا۔ اُنے دن پڑتالوں کی وجہ سے اکثر دکان بند ہوجاتی تو آمدنی پر منفی اثر پڑتا تھا۔ اسی وجہ سے والد صاحب دکان پر اپنی معاونت کے لئے ملازم نہیں رکھ پا رہے تھے۔' 'اُذر ہم سب کو دل و جان سے عزیز تھا۔ وہ ایک ہونہار طالب علم تھا۔ جیسا کہ میں نے کہا اسے پڑھنے کا جنون کی حد تک شوق تھا۔ کلاس میں اول آتا تھا اور اس کے عزائم بہت بلند تھے، پڑھ لکھ کر کچھ بننا اس کی زندگی کا سب سے بڑا خواب تھا۔' 'بے شک وہ ماں کی آنکھوں کا نور اور دل کا سرور تھا لیکن والد صاحب کو اپنے بزنس میں اس کی اشد ضرورت تھی، جبکہ ہم بہنوں کی تمام امیدیں اس سے وابستہ تھیں۔ ہم اس کو ڈاکٹر، انجینئر یا کسی اعلیٰ افسر کے روپ میں دیکھنا چاہتی تھیں۔' 'جب رزلٹ آیا۔ اُذر ضلع بھر میں اول پوزیشن پر تھا، اس کی اور ہماری خوشی کا کوئی ٹھکانہ، نہ تھا۔ اعلیٰ تعلیم کے دروازے اس پر کھل گئے تھے۔ وہ جس کالج میں چاہتا داخلہ لے سکتا تھا، مگر کہتے ہیں نا کہ کبھی کبھی والدین ہی اولاد کی ارزوئوں کے قائل بن جاتے ہیں۔ میرے والد صاحب کی آنکھوں پر بھی پردہ پڑ گیا۔ دن رات انہوں نے بس ایک رٹ لگادی کہ اُذر کو آگے نہیں پڑھانا ہے کہ آج کل کے حالات بہت خراب ہیں، خاص طور پر کالجوں کے حالات ایسے نہیں رہے کہ جہاں بجے اور ان کا مستقبل محفوظ ہوں۔ لہذا برگز میں اُذر کو اس پر آشوب ماحول میں امتداد زمانہ کے سپرد نہیں کر سکتا۔' 'والد کی ادھر یہ ضد تو ادھر اُذر کی شدید تمنا کہ کسی اچھے کالج میں داخلہ لوں، انجینئر بنوں، اسکالر شپ ملے تو اس سے فائدہ حاصل کروں۔' 'باپ بیٹے کے نظریات میں اس قدر تضاد اس بنا پر بھی تھا کہ ابو خود پڑھے لکھے نہ تھے۔ وہ تعلیم کی اہمیت سے زیادہ بزنس کو اہم سمجھتے تھے، ان کے خیال میں اول درجہ کے ہونہار اعلیٰ تعلیم یافتہ لڑکے ڈگریاں اٹھائے حصول ملازمت کی خاطر مارے مارے پھر رہے تھے، جبکہ دکان داری عزت سے روٹی کمانے کا ایک ذریعہ تھا۔ یوں باپ بیٹے میں ٹھن گئی۔' 'لاکھ منٹ سماجت کرنے کے والد صاحب نے اُذر کو کالج میں داخلے کی اجازت نہ دی اور روز صبح بیدار کر کے اپنے ساتھ دکان پر لے جانے لگے۔ باپ کے جبر سے وہ دکان پر چلا جاتا مگر وہاں کام میں اس کا جی نہ لگتا، جس پر ابو اسے روز ہی لعنت ملامت کرنے کے نکما کام چور ہے۔ اس کا جی روزی کمانے میں نہیں ہے۔ خدا جانے ہمارا کیا بنے گا۔' 'کسی کے ناپسندیدہ رویے کو ایک حد تک کوئی برداشت کرتا ہے۔ آخر بھائی کا دل ہر شے سے اچھا ہو گیا، پھر وہ نہ ہمارا رہا اور نہ ہی اپنا رہا۔' 'جن دنوں اس نے میٹرک پاس کیا تھا اس کی عمر اٹھارہ برس تھی۔ ایک دن ابو نے اسے دکان پر لے جانے کے لئے جگایا تو اس نے چارپائی چھوڑنے سے انکار کر دیا۔ اس نے کہا آج میری طبیعت خراب ہے، پیٹ میں شدید درد ہے، رات بھر جاگتا رہا ہوں۔ دوا لے آؤں گا تو خود دکان پر آجائوں گا۔ ابو حسب معمول اُذر کو بہانہ باز کام چور کہتے ہوئے بکتے جھکتے دکان پر چلے گئے۔' 'ان کے جانے کے بعد اُذر نے امی سے ناشتا مانگا۔ جس پر ہم کو پتہ چل گیا کہ وہ واقعی بہانہ بنا رہا تھا، وہ بالکل ٹھیک تھا۔ ناشتا کرنے کے بعد والدہ کو پیار کیا اور خدا حافظ کہہ کر گھر سے نکل گیا۔' 'امی نے یہی سمجھا کہ دکان پر جارہا ہے لیکن وہ وہاں نہیں گیا بلکہ اپنے ایک دوست کے پاس چلا گیا۔ جس کا نام سلیم تھا اور جو بھائی کا ہم جماعت تھا۔ سلیم کالج میں داخلہ لے چکا تھا۔ وہ اکثر اُذر سے کہتا تھا یار اپنے والد کی نہ سنو اور کالج میں داخلہ لے لو۔ زندگی زیادہ مت کرو، یہ وقت پھر لوٹ کر نہ آئے گا۔ اتفاقاً اس روز کالج کی چھٹی تھی اور سلیم گھر پر تھا۔ جب اُذر وہاں گیا تو سلیم کے پاس اس کا ایک کلاس فیلو بیٹھا ہوا تھا، اس کا نام نادر تھا اور کالج میں نیا نیا ہی سلیم کا دوست بنا تھا۔' 'اس کے سامنے اُذر اور سلیم میں گفتگو ہونے لگی۔ اُذر نے اپنے مسئلے کو نادر کے سامنے بیان کیا اور سلیم نے بھی بتایا کہ یہ ہونہار لڑکا جو ضلع بھر میں اول پوزیشن لے چکا ہے، باپ کی ضد سے تعلیم سے محروم ہو گیا ہے۔ یہ دکان داری نہیں کر سکتا، اس کا دل دکان میں نہیں لگتا، تبھی اس قدر پریشان ہے۔' 'نادر نے کہا۔۔۔ یار اُذر کاش تم پہلے مجھ سے مل لئے ہوتے، خیر اب بھی دیر نہیں ہوئی تم چلو میرے پاس کے پاس۔ وہ بہت اعلیٰ انسان ہے، تم جیسے ہونہار طالب علموں کو پناہ دینا ان کو پڑھانا اور رہائش وغیرہ کا تمام ذمہ اٹھانا اس کا شوق ہے۔ تمہارے والد کو بھی وہ خود سمجھالیں گے۔ اتنی بات سلیم کے سامنے ہوئی اور اُذر، نادر کے ہمراہ نہ جانے کہاں چلا گیا۔' 'کوئی نہیں جانتا تھا کہ میرا بھائی اس اجنبی پر بھروسہ کر کے کتنی بڑی بھول کر گیا ہے۔ اس نوجوان کا تعلق خدا جانے کس قسم کے لوگوں سے تھا کہ جو اسے ہم سے اور تعلیم سے بھی بہت دور لے گئے۔' 'شروع میں ابو نے خوب شور و غوغا کیا، مار دھاڑ مچاتی، مگر بھائی پر کچھ اثر نہ ہوا، جیسے کہ اسے اپنی منزل مل گئی ہو، باپ کا خوف بھی اس کے دل سے جاتا رہا۔ اب وہ اکثر بغیر بتائے غائب ہوجاتا۔ کہاں جاتا تھا کسی کو بھی نہ بتاتا تھا۔' 'دوسال تک وہ ہم گھر والوں سے دور رہا۔ اس کے ساتھی کون تھے۔ اس سوال کا جواب وہ نہیں دیتا تھا، بس یہی کہتا تھا کہ میری زندگی کا ایک مقصد ہے اور اپنے مقصد کے لئے وقف ہو گیا ہوں۔ دراصل وہ کچھ ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں کھلونا بن گیا تھا جو اس کو اپنے کسی مقصد کے لئے استعمال کر رہے تھے۔' 'بنا نہیں سکتی ان دنوں امی جان کتنی پریشان رہتی تھیں۔ وہ رات دن جائے نماز پر بیٹھی بھائی کے لئے دعاگو رہتی تھیں۔ اللہ نے ایک دن ان کی دعا سن لی۔ چار ماہ بعد اُذر لوٹ کر گھر آگیا۔ آتے ہی ماں کے قدموں پر سر رکھ دیا اور بولا۔' 'امی جان دعا کیجئے اگر میں غلط سمت میں سفر کر رہا ہوں تو جو راہ سیدھی ہے، خدا مجھے اس پر لے آئے ورنہ شہید ہوجاؤں، اب میں اس سفر سے تھک گیا ہوں۔ ماں تو ماں ہوتی ہے، جہاں ابو بیٹے کو دیکھ کر منہ پھیر لیتے تھے وہاں ماں نے گلے سے لگالیا اور پیار کیا، سر اور ماتھا چوما اور کہا۔' 'بیٹے انشاء اللہ تم سیدھے رستے پر چلو گے اور تم پر اللہ کی رحمت ہوگی۔ یوں لگتا تھا میری ماں کی دن رات کی دعائیں رنگ لے رہی تھیں کہ اُذر نے اب گھر سے نکلنا چھوڑ دیا تھا اور وہ گھر میں محصور ہو کر بیٹھ گیا تھا۔ ابو جان اسے منہ نہ لگاتے تھے اور لاتعلقی اختیار کرلی تھی۔ جبکہ امی کبھی کبھی اپنے شریک حیات سے شکوہ کر بیٹھتی تھیں کہ میرے ہونہار بچے پر تعلیم کے دروازے بند کرکے اسے اس حال تک پہنچانے والے، تم ہی ذمہ دار ہو اس کی ذہنی تباہی کے، کاش تھوڑی سی رقم خرچ کرکے اسے کالج میں داخلہ دلوا دیتے تو آج نہ جانے وہ کہاں ہوتا۔' 'اس پر والد صاحب جواب دیتے کہ تم کو اور

قدر بچتا ہے کہ مہینے تمہارے بیٹے کو میرے بڑھاپے پر ترس نہیں آتا۔ مکان اور دکان کا کرایہ دے کر میرے پاس اسی کا راشن پورا ہو جائے۔ لڑکیاں گھر میں جہیز نہ ہونے کی وجہ سے بن بیابی بیٹھی ہیں اور اس نکتے کو باپ کی مجبوریوں کا ذرا سا بھی احساس نہیں۔ خدا جانے کن آوارہ دوستوں کے چنگل میں پھنسا ہوا ہے کہ ہماری تو الگ بات، خود اپنا بھی اسے ہوش نہیں ہے، 'ایک دن میں نے آذر کی منت کی کہ بھیا خدارا اب تم پڑھائی ہی کرلو۔۔۔ ایسے بیکار گھر میں بیٹھے رہنے سے تو ذہن کو زنگ لگ جاتا ہے۔ میری منت سماعت کا اس کے دل پر اثر ہوا۔ اور وہ کالج میں داخلہ لینے پر آمادہ ہو گیا۔ ہم لوگ متوسط طبقے کے علاقے میں رہائش پذیر تھے لیکن پھر ہمارے علاقے کے حالات خراب ہو گئے تو والد صاحب نے اپنی دکان سے نزدیک اچھے علاقے میں مکان کرایہ پر لے لیا، 'یہ مکان ہمارے لئے مبارک ثابت ہوا۔ والد صاحب کی آمدنی پہلے سے بہتر ہو گئی، اب مالی پریشانیاں کچھ کم ہوئی تھیں کہ ایک بار پھر آذر کے دوستوں نے در کھٹکھانا شروع کر دیا، انہوں نے پرانے محلہ دار سے نئے مکان کا ایڈریس معلوم کر لیا تھا۔ اب جب کوئی دروازے پر دستک دیتا تھا، بھائی منع کر دیتا تھا کہ کہہ دو آذر گھر پر نہیں ہے۔ تبھی مجھے یقین آگیا کہ میرے بھائی نے وہ راہ ترک کر دی ہے، جس پر چل کر وہ گھر بار، ماں باپ اور بہنوں سے بیگانہ ہو گیا تھا۔ مجھے خوشی تھی کہ اس کی پراسرار سرگرمیاں جو کہ ہماری نگاہوں سے اوجھل تھیں، اب نہیں رہی ہیں۔' آذر بھائی نے کوئی ایسا کام نہ کیا تھا جس کی وجہ سے کوئی ان کو مجرم ٹھہراتا لیکن جب انہوں نے بار بار بلائے کے لئے آنے والوں سے ملنے سے انکار کر دیا تو ایک دن پولیس گھر پر آگئی، پتہ چلا کہ ان کے خلاف کوئی کیس درج ہو گیا ہے۔ 'کس الزام میں؟ یہ کسی نے نہ بتایا، پولیس والوں نے بھی نہ بتایا۔ امی نے ابو سے کہا اب جائیے تو سبھی معلوم کریں آخر وہ لوگ کس جرم میں میرے بیٹے کو لے گئے، اس پر میرے سخت دل باپ نے کہا۔ کیا اب دکان کو بھی تالا لگانا ہے، اگر دکان کو تالا پڑ گیا تو پھر کھائیں گے کہاں سے؟ میں روزی کمانوں یا دن رات پولیس تھانے کے چکر کاٹوں۔ مجھ سے یہ نہیں ہوگا، اوپر سے پولیس کو بھاری رشوتیں بھرنا بھی میرے بس کی بات نہیں ہے۔ جیب پہلے کون سی بھری ہوئی ہے جو اب میں اس نالائق کو چھڑوانے تھانے جانوں، بس جو جیسا کرے گا ویسا بھرے گا۔' پھر سنا کہ انہی لوگوں نے بھائی کو چھڑا لیا ہے جنہوں نے تھانے میں بند کرایا تھا۔ اب وہ پھر سے سارا دن ساری رات گھر سے باہر رہتے تھے، آخر ماں کے آنسو ان کو کھینچ ہی لائے اور میں نے ہاتھ جوڑے کہ بھائی ہر حال کسی طرح تعلیم مکمل کرو اور علم کا دامن تھام لو۔' وہ پھر سے کالج جانے لگے لیکن اب ہم جماعت ان سے کئی کتراتے تھے ہر کوئی دور رہنے کی کوشش کرتا تھا۔ ہم جماعتوں کے اس رویہ کو ان کی ایک پروفیسر خاتون نے محسوس کیا جس کا نام کرن تھا اور جو کرن بن کر میرے بھائی کی زندگی میں در آئی تھی۔ میڈم نے کلاس کو سمجھایا کہ آذر سے آپ لوگوں کا ایسا رویہ درست نہیں، سنی سنائی باتوں پر دھیان نہ دیں، یہاں سبھی تعلیم حاصل کرنے آتے ہیں اور حیثیت میں سبھی برابر اور اہم ہیں۔' ایک دن کسی کوتاہی پر میڈم کرن نے آذر کو اپنے افس میں الگ بلا کر ڈانٹا اور خوب برا بھلا کہا مگر وہ خاموش رہا، سر جھکانے ان کی ڈانٹ ڈپٹ سنتا رہا۔' آذر کسی کی اتنی ڈانٹ ڈپٹ سننے والا نہ تھا، مگر جانے اس صاحبہ میں ایسی کیا بات تھی کہ برا منانے کی بجائے میرا بھائی اپنی اس پروفیسر صاحبہ کی بے حد عزت کرنے لگا۔ اب جو بھی میڈم کرن کہیں، اس حکم کو آذر بلاچوں چرا مان لیتا۔ ظاہر ہے کہ یہ خاتون میرے بھائی کی اصلاح چاہتی تھی، تبھی اچھائی کی طرف راغب کرتی تھیں۔' میڈم کرن کی وجہ سے آذر تعلیم کی طرف منہمک ہوا۔ وقت کے زیاں سے دور رہنے لگا۔ تبھی میڈم کرن بھی میرے بھائی سے ایک ماں کی طرح پیار کرنے لگیں۔ آذر پوری طرح بدل گیا، ہر وقت پڑھائی اور اکثر کلام پاک کو ترجمہ سے پڑھتا تھا، جس سے اسے سکون قلب حاصل ہوتا تھا۔ ہم سب بہت خوش تھے، وہ ابو سے بھی ادب سے جھک کر بات کرتا اور ان کے پیروں پر ہاتھ رکھ دیا کرتا تھا۔ اسی وجہ سے ابو نے اس کی کوتاہیوں اور نادانیوں کو معاف کر دیا۔' امی کہتی تھیں میڈم کرن تیجہ نہیں فرشتہ ہیں جس نے میرے بیٹے کو پھر سے نیکی اور تعلیم کے رستے پر ڈال دیا ہے۔ جو پہلے علم کا دیوانہ تھا پھر بھٹک گیا، پراسرار ہو گیا، گھر والوں سے کوئی غرض نہ رکھتا تھا۔ کوئی سمجھاتا تھا تو کہتا تھا کہ تعلیم میں کیا رکھا ہے؟ استاد کیا پڑھاتے ہیں۔ سب بیکار ہے۔ بس دولت کمانی چاہئے، چاہے کسی سے چھین لینی پڑے۔' ایسی باتیں اب وہ نہیں کرتا تھا بلکہ اپنی کہی ہوئی باتوں پر شرمندہ ہوتا تھا۔ اصل بات یہ ہے کہ ہم محنت کرنا نہیں چاہتے، شارٹ کٹ اختیار کرنا چاہتے ہیں، ورنہ سچ بات یہ ہے کہ آج بھی محنت میں عظمت ہے اور کتابیں ہمیں انسان بناتی ہیں۔ استاد آج بھی اچھے پوسکتے ہیں۔ اگر ہم ان کی عزت کریں۔' ایک دن آذر بھائی کالج گئے تو ان کی ایک طالبہ سے مڈبھیڑ ہو گئی جس کا نام علینہ تھا۔ وہ حسن کا پورا چاند تھی، جو میرے بھائی کی نظروں میں سما گیا۔ آذر نے اس سے پہلے کبھی کسی لڑکی میں دلچسپی نہیں لی تھی لیکن اب وہ پڑھائی کے ساتھ ساتھ زندگی کے نئے خوابوں میں کھو گیا۔' وہ اس لڑکی سے فون پر گھنٹوں باتیں کرتا۔ کلاس میں بھی دونوں کا جھکائو ایک دوسرے کی طرف تھا۔ میڈم کرن نے بھی ان کی آپس میں گہری دلچسپی کو محسوس کر لیا۔ تبھی ایک روز انہوں نے آذر کو اپنے افس میں بلا کر سمجھایا کہ اپنی پڑھائی کی طرف دھیان دو اور توجہ مقصد سے نہ ہٹاؤ، ورنہ زندگی کو روشن نہ بنا پائو گے۔ یاد رکھو اگر پرنسپل صاحب کو شک ہو گیا کہ تم دونوں کالج میں ایک دوسرے میں دلچسپی لیتے ہو تو وہ تم دونوں کو کالج بدر بھی کر سکتے ہیں، سو چو نو پھر تمہارا کیا ہوگا؟ زندگی بنانے کا یہ تمہارا آخری موقع ہے۔ کیا تم اسے بھی گھونا چاہتے ہو؟' کرن ہی وہ ہستی تھی جس کی باتوں میں جادو کا اثر تھا، ورنہ آذر کسی اور کی بات کب سنتا تھا۔ اس بار بھی اس نے سر جھکا دیا اور کہا۔۔۔ میڈم جیسا آپ چاہیں گی ویسا ہی ہوگا۔ تبھی میڈم نے دلچسپی کی۔' آذر پہلے تم اپنا مستقل روشن بنائو، اپنے پیروں پر کھڑے ہو جائو۔ اس کے بعد میں خود علینہ کے والدین کے پاس تمہارے رشتے کے لیے جانوں اور ان سے بات کروں گی۔ لیکن تم کو ایک وعدہ کرنا ہوگا کہ دل لگا کر پڑھو گے اور عشق و محبت کے چکر میں وقت ضائع نہ کرو گے؟' بھائی نے اپنی محسنہ میڈم سے وعدہ کر لیا۔ اب وہ علینہ سے فون پر گھنٹوں باتیں نہیں کرتا تھا بلکہ ساری توجہ پڑھائی پر مرکوز کر رکھی تھی۔ انہی دنوں ہمارے محلے میں ایک گھر برائے فروخت ہوا، اتفاق سے علینہ کے والد کے دوست نے ان کو اس گھر کے بارے میں بتایا، انہوں نے یہ مکان خرید لیا اور یہ لوگ ہمارے قریب سکونت پذیر ہو گئے۔ ان کے اور ہمارے مکانات کے درمیان ایک خالی پلاٹ تھا، جہاں سے ان کا گھر صاف نظر آتا تھا اور قریب ہی ابو کا اسٹور تھا۔' بھائی نے پڑھائی کے ساتھ ساتھ اب دکان پر بھی شام کو بیٹھنا شروع کر دیا۔ وہ والد صاحب کو راضی رکھنا چاہتا تھا۔ تاکہ پسند کی شادی میں کوئی رکاوٹ نہ ڈال دیں۔ علینہ نے کافی بار شکایت کی کہ آذر تم مجھ سے دور ہو گئے ہو، اب تو بات بھی کرنا پسند نہیں کرتے، تب وہ جواب دیتا کہ میں میڈم کے لحاظ کی وجہ سے بات نہیں کرتا اور پڑھائی پر توجہ

کیا ہے کہ وہ خود مرکوز رکھنا چاہتا ہوں تاکہ میرا مستقبل روشن ہو اور میں تم کو عزت سے اپناسکوں۔ میڈم نے وعدہ تمہارا رشتہ میرے لئے تمہارے والدین سے طلب کرنے جانیں گی، بشرطیکہ میں نمایاں پوزیشن میں کامیابی حاصل کر لوں۔' میڈم کرن ہمارے گھر بھی گئی بار اُنیں، وہ آذر بھائی کی وجہ سے آتی تھیں تاکہ باخبر رہیں کہ میرے بھائی کا روبہ اپنے گھر والوں سے کیسا ہے؟ میڈم کرن تو میرے بھائی کے لئے ماں اور بڑی بہن جیسا درجہ رکھتی تھیں۔ انہی کی خاطر عشق میں وقت ضائع کرنے کی بجائے وہ اب سب کچھ بھول کر پڑھائی میں لگ گیا تھا۔' کسی طرح اس گینگ کو پتہ چل گیا کہ آذر پڑھائی میں سنجیدہ ہے اور تعلیم میں آگے آگے جا رہا ہے، تبھی ان لوگوں نے پھر سے آذر کا پیچھا کیا جو کبیس انہوں نے ڈالا تھا وہ ابھی تک پڑا ہوا تھا۔ میرے بھائی کو دوبارہ اسی کبیس میں گرفتار کر لیا گیا۔ مگر آذر مطمئن تھا وہ کہتا تھا میں بری پوجاؤں گا کیونکہ میں نے کوئی جرم نہیں کیا، بس یہ لوگ مجھ کو اپنے ساتھ رکھنا چاہتے ہیں اور میں ان کا ساتھ اب چھوڑ چکا ہوں۔' ان کے گروپ میں شامل رہنا نہیں چاہتا، مجھ سے اسی وجہ سے پر خاش رکھتے ہیں۔ معاملہ کی تحقیق ہوگی، میں بے گناہ ثابت ہو جاؤں گا۔' بھائی کو اگر غم تھا تو یہ کہ حوالات جانے کی وجہ سے ایک تو تعلیم متاثر ہو جائے گی، اگر کسی نے پرنسپل کو خبر کردی تب اسے کالج سے بھی نکال دیا جائے گا، دوسرے یہ کہ علینہ کے گھر والے اسے بیٹی کا رشتہ دینے سے کٹرائیں گے۔' پوا بھی ایسا ہی، ادھر کسی نے پرنسپل کو مخبری کردی لہذا وہ کالج سے باہر ہو گیا۔ دوسری جانب علینہ کے والدین نے رشتہ سے انکار کر دیا اور اس کی شادی کسی اور جگہ کردی گئی۔' ان حالات سے آذر پر قیامت ٹوٹ پڑی، گرچہ بے گناہ قرار دے کر اسے رہائی مل گئی لیکن جو نازنین اس کے دل و دماغ پر چھائی ہوئی تھی وہ ہمیشہ کے لئے کسی اور کی ہو گئی۔' آذر تو اسی باعث محنت کر رہا تھا اور دکان پر بھی بیٹھنے لگا تھا کہ والد کو منا کر علینہ کا ہاتھ مانگ لیں گے لیکن بے گناہ ہو کر بھی لوگ اسے مجرم جان رہے تھے، جبکہ وہ باعزت بری ہو گیا تھا، رہائی تو مل گئی مگر اب یہ رہائی کس کام کی۔ ایک بار اچھے چال چلن پر دھبہ لگ جائے تو پھر یہ دھبہ مر کر بھی دھویا نہیں جاسکتا۔' علینہ کیا کھوئی کہ میرے بھائی کا تو جیسے سب کچھ ہی کھو گیا۔ وہ ہر کسی سے خفا ہو گیا۔ میڈم کرن گھر آئیں تو ان سے بھی بات نہ کی۔ وہ اپنے آپ تک سے روٹھ گیا۔ دوبارہ ان لوگوں کے پاس چلا گیا جو پیسے کا لالچ دے کر بلاتے تھے اور بھائی ان کی ہر پیش کش کو ٹھکرا دیا کرتا تھا۔ اب یہ سوچ کر گیا کہ جان جاتی ہے تو جائے اب کسی بات کی پروا نہیں، اس جان کی حفاظت اب کس کے لئے؟' ایک سال تک آذر گم رہا۔ امی رو رو کر اور ابو تلاش کر کے بار گئے اس نے کسی سے رابطہ کیا اور نہ گھر لوٹا۔ ہم اس کی صورت دیکھنے کو ترس رہے تھے، خدا جانے وہ کہاں تھا اور کیا کر رہا تھا؟' وہ دن ہم پر قیامت جیسے تھے، ہم جیتے تھے اور نہ مرتے تھے۔ ماں کا برا حال تھا اور ابو، امی کو ہی دوش دیتے تھے کہ یہ تمہاری وجہ سے ہوا ہے، تمہارے لاد پیار نے ہی اسے خودسر کیا تھا۔' آذر نے ہمیشہ ابو کی نہ سنی تھی، تو وہ بھی اپنی جگہ ٹھیک تھے کہ برے دوستوں میں پڑ کر بھائی نے ابو کی عزت مٹی میں ملائی تھی، مگر امی بیچاری کا کیا قصور تھا۔ ممنا کی ماری ادھر بیٹھے کی وجہ سے پریشان تو ادھر شوہر کے طعنوں سے ہلکان رہتی تھیں۔ ابو بھی کم پریشان نہ تھے۔ آخر تو ان کا بھی اکلوتا بیٹا تھا۔' ایک روز بھائی کا فون آگیا کہ میں کہیں روپوش ہوں، گھر نہیں آسکتا۔ زندگی رہی تو شاید مل سکیں گے۔ خدا جانے میرے بھائی نے کیا کیا تھا اور وہ کہاں چھپا ہوا تھا۔ ہم تو اس کی سلامتی کے لئے وظیفے کر رہے تھے۔ اللہ جانے اس کے دوست کون لوگ تھے، وہ کوئی اسمگلر تھے یا کہ چور ڈاکو تھے، یہ تو اللہ ہی جانے، ہم تو کبھی ان کی حقیقت تک نہ پہنچ سکے۔ وہ اس کے دوست بھی تھے اور دشمن بھی تھے، جن سے وہ نہیں ڈرتا تھا مگر ڈرتا بھی تھا، ہم تو اس کی دید کو ترس رہے تھے کہ ایک دن اطلاع آئی کہ وہ ڈکیتوں کے گروپ میں تھا اور پولیس مقابلے میں مارا گیا ہے۔' اس نے کون سی ڈکیتیاں کی تھیں، ہم نے تو کبھی اس کے پاس کوئی ہتھیار یا کوئی لوٹ مار کا سامان نہ دیکھا تھا۔' یہ خبر ہمارے لئے قیامت سے کم نہ تھی، ایسی اندوہناک خبر سن کر میرے بوڑھے ماں باپ تو جیتے جی مر گئے۔ ہمارا ہنسنا ہستا گھر ویرانے میں بدل گیا۔ ہمارا مکان ہماری ہی قبر بن گیا۔ آذر کیا گیا ہماری کائنات لٹ گئی۔' ابو روتے تھے اور کہتے تھے نہ جانے مجھ سے ایسی کیا خطا ہوئی، یہ سزا ملی ہے۔ امی اور بہنیں کہتی تھیں کہ ہم نے آذر کے روشن مستقبل کے خواب دیکھے تھے اور اس کی تعبیر کیسی ملی ہے۔' میڈم کرن ہم کو پرسہ دینے آئیں وہ رو رہی تھیں، انہیں غم تھا کہ ہمارے گھر کا چراغ ہی گل نہیں ہوا تھا، ان کا کالج بھی ایک ہونہار طالب علم سے محروم ہو گیا تھا۔' علینہ کی امی بھی تعزیت کرنے آئیں، تبھی میں نے سوچا۔ کاش وہ ہمارے محلے میں مکان نہ خریدتے۔ کاش وہ اپنے شوہر کو منالیتیں اور وہ علینہ کی شادی میں اتنی جلدی نہ کرتے۔ میڈم کرن بھی اس شادی کو نہ رگواسکیں۔ اور علینہ....' کیا خبر وہ بھی آذر کی وفات کا سن کر آنسو بہا رہی ہو جو چند ماہ میں اپنا وعدہ بھول کر کسی اور کی ہو گئی۔ آج بھی میرا دل کہتا ہے کہ اگر علینہ اور اس کے گھر والے میرے بھائی سے بے وفائی نہ کرتے تو وہ ایسے نہ اجڑتا اور نہ جان سے جاتا۔ (ک۔ م۔ ... لاہور)"]